Volume 02, Issue 03,
October-December 2024
PP: 161-173
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

عصر حاضر میں اجتہاد مقاصدِ شریعہ اور قواعد فقہیہ کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Ijtihād in Contemporary Era in the Light of Maqāṣid al-Sharīʿah & Qawāʿid Fiqhiyyah: An Analytical Study

Dr. Naveed Altaf Khan[1] Dr. Tayyaba Razzaq[2]

Article History

Received
28-11-2024

Accepted
12-12-2024

Published
15-12-2024

Abstract & Indexing

WORLD of JOURNALS
ASIAN Research Index
Signatory of DORA
ACADEMIA
EuroPub
REVIEWER CREDITS

Abstract

Sharīʿah Provides a Complete System of Life since there are unlimited problems in every theological, practical, and moral domain, Sharīʿah has set general principles and rules for every aspect of life. This process of application is called Ijtihād. Ijtihād serves as the foundation for the construction and evolution of Islamic thought. Whether Ijtihād refers to the efforts to find the best solutions in all aspects of life or to the rulings derived by a Mujtahid in determining legal principles, it holds immense importance in Islam. All Islamic sciences owe their development to the concept of Ijtihād. In its broader sense, Ijtihād has consistently guided attention toward various fields, and this process remains ongoing. The concept of Ijtihād has always held a central place in Islamic thought. Every commandment in Sharīʿah-e-Muṭahharah has an underlying purpose, aimed at the success of human beings in both this world and the Hereafter. Allah, the Exalted, has directly linked human actions to their success. The study of this aspect of Sharīʿah is referred to as Maqāṣid al-Sharīʿah (Objectives of Sharīʿah). These objectives not only determine the general direction of human life but also outline the methodology for achieving it.

Similarly, the knowledge of Qawāʿid Fiqhiyyah (Islamic Legal Maxims) is as old as Islamic Law itself. The sciences of Uṣūl al-Fiqh (Islamic Jurisprudence) and Qawāʿid Fiqhiyyah are two branches of the same tree (Fiqh). When these two sciences converge, they enable the formulation of highly refined legal rules. However, neglecting either branch significantly hampers the overall function of Islamic jurisprudence. In contemporary times, Ijtihād and its associated debates have taken new dimensions, leading to diverse approaches. Among these, the Maqāṣid al-Sharīʿah and Qawāʿid Fiqhiyyah stand out as significant frameworks. This paper presents an analytical study of Ijtihād, its necessity, and its future, in light of the Maqāṣid al-Sharīʿah and Qawāʿid Fiqhiyyah.

Keywords

Sharīʿah, Ijtihād, Mujtahid, Maqāṣid al-Sharīʿah, Qawāʿid Fiqhiyyah, Uṣūl al-Fiqh, Fiqh, Sharīʿah-e-Muṭahharah, Islamic Legal Maxims.

[1]***Lecturer, Faculty of Shari'ah and Law, International Islamic University, Islamabad.***
[2] ***Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Emerson University, Multan***
Tayyaba.razzaq@eum.edu.pk

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

OPEN ACCESS

مقدمہ واہمیت موضوع

شریعت اسلامیہ ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ چونکہ فکری، عملی اور اخلاقی ہر میدان میں مسائل لامحدود ہیں اس لیے شریعت نے ہر شعبہ ہائے زندگی اور میدان ہائے حیات کے لیے بڑے بڑے اور عمومی اصول و قواعد مقرر فرمائے ہیں۔ ان سے بذریعہ استنباط استفادہ کے عمل کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔ اجتہاد فکرِ اسلامی کی تعمیر و ترقی کی بنیاد ہے۔ اجتہاد خواہ اس سے مقصود ہر شعبہ زندگی میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں کی جانے والی کوششوں کا نام ہو یا پھر حکمِ شرعی معلوم کرنے کے لیے کسی مجتہد کی کاوشوں کا ثمر، شریعتِ اسلامی میں بے پناہ اہمیت کا حامل ہے۔ تمام اسلامی علوم، تصورِ اجتہاد کے مرہون منت ہیں۔

اجتہاد اپنے وسیع معنیٰ میں سب میادین کی طرف مبذول کردہ توجہ کے بقدر راہنمائی کرتا رہا ہے اور یہ سلسلہ ابھی بھی جاری و ساری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسلامی علوم کے فکری ارتقاء کی تاریخ میں بہر حال صرف فقہ اور اصول فقہ میں اسلام کے تصور اجتہاد کو مستقلاً مرکزی حیثیت حاصل رہی۔

شریعت مطہرہ میں کوئی بھی حکم ایسا نہیں جس کے پیچھے شارع نے کوئی نہ کوئی مقصد مقرر نہ کیا ہو اور جس کا حاصل مقصد خود انسان کی دنیا و آخرت کی کامیابی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی اور اس کی کامیابی میں انسان کے اعمال کا براہ راست تعلق رکھا ہے۔ شریعت کے اس تناظر میں مطالعہ کو مقاصد شرعیہ کہا جاتا ہے۔ مقاصد شریعہ ایک طرف تو انسانی زندگی کی عمومی رخ کو متعین کرتے ہیں تو دوسری طرف اس کے لیے ایک راہ عمل بھی بتاتے ہیں۔ اسی طرح علم قواعد فقہیہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ فقہ اسلامی خود۔ علم اصول الفقہ اور قواعد فقہیہ ایک ہی جسم (فقہ) کے دو بازو ہیں۔ یہ دونوں ملتے ہیں تو فقہی جزئیات کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ ایک ہاتھ سے کام کرنا ممکن ہے مگر اس کی وجہ سے پورے بدن کی فعالیت پر بڑا منفی اثر پڑتا ہے۔

عصر حاضر میں اجتہاد اور اس سے جڑی مباحث نے ایک نئی جہت اختیار کی ہے اور مختلف مناہج و مکاتب فکر سامنے آئے ہیں۔ ان میں مقاصد شریعہ اور قواعد فقہیہ کے مناہج قابل ذکر ہیں۔ اس مقالہ میں اجتہاد فقہی کے حوالے سے معاصر مناہج میں سے مقاصد شریعہ اور قواعد فقہیہ کی روشنی میں ہونے والے اجتہاد، اس کی ضرورت اور اس کے مستقبل کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

سابقہ کام کا جائزہ:

- **اجتہاد، قدیمی کتب خانہ، کراچی**

اجتہاد کے موضوع پر اردو زبان میں ایک مکمل اور مدلّل کتاب ہے۔ جو مولانا محمد تقی امینی نے لکھی، اس کتاب میں مصنف نے مسئلہ اجتہاد کو بڑے خوبصورت اسلوب میں بیان، اس کی حقیقت، اس کی تاریخ، اس کے تین بڑے مناہج مثالوں کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مجتہد کی شرائط، مواضع اجتہاد، اجتہاد میں اختلاف کے حسن، اجتہاد کے طریقہ کار پر مفصل بحث کی ہے۔ البتہ معاصر رجحانات پر توجہ نہیں دی گئی۔

- **اجتہاد، مناہج واسالیب، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد، اشاعت اول 2009م**

ڈاکٹر یوسف فاروقی کی یہ تصنیف اجتہاد کے موضوع پر ایک مختصر کتاب ہے جس میں اجتہاد کے دونوں معانی و مفاہیم یعنی اجتہاد جو تمام شعبہ ہائے حیات اور دینی علوم کو شامل ہے اور اجتہاد فقہی، کا ذکر کرتے ہوئے اس کا مختصر تعارف، تاریخ وارتقاء اور اس کے مختلف مناہج واسالیب کا تعارف کرایا ہے اور دور حاضر میں اسالیب اجتہاد کی افادیت پر بہت مختصر نظر دوڑائی ہے۔ مصنف کو اجتہاد کے صرف فقہی مفہوم پر اصرار نہیں

بلکہ دونوں معانی کو معتبر سمجھتے ہیں۔ البتہ انہوں مقاصد شریعہ کے دوسرے دور یعنی میادین فقہ میں مقاصد شریعہ کی اہمیت و رعایت پر توجہ نہیں ڈالی۔ اسی طرح قواعد فقہیہ کا تذکرہ ان کی کتاب میں نہیں ملتا۔

- **الاجتهاد في الشريعة الإسلامية، دارالنظم للنشر والتوزيع بالكويت، الطبعة: الأولى 1417ھ=1996م**

عصر حاضر میں اجتہاد اور جہاد پر سب سے مضبوط، دلائل سے مزین اور تمام جملہ مباحث پر محیط، کام کرنے کا سہرا علامہ یوسف قرضاوی کے سر جاتا ہے۔ اجتہاد کے موضوع پر تحریر کردہ یہ کتاب اپنی ابتداء سے اختتام تک پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ علامہ کے ہاں اجتہاد کا فقہی مفہوم ہی معتبر ہے۔ اسی طرح موصوف اجتہاد کی دیگر شرائط میں سے الکتاب میں خاص طور پر آیات الاحکام اور السنۃ میں سے احادیث الاحکام پر دسترس کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ عصر حاضر میں مقاصد شریعہ کے علم کو بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ علامہ اجتہاد میں تجزّی کے بھی قائل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ نصوص سے غفلت یا ان کے عدم علم، ان کے سوئے فہم اور ان کے معنٰی میں تحریف و تبدیلی، یقینی اجماع سے اعراض، قیاس مع الفارق، عرف وعادت سے عدم آگاہی، مفاسدی فکر، تتبع رخصص، مصلحہ ملغٰی کے اعتبار کے سخت مخالف نظر آتے ہیں۔

ان کا سب سے اہم کام اجتہاد کے حوالے سے مختلف جہات اور سوچ کے حامل اور کسی نہ کسی شکل میں موجود، مکاتبِ فکر کا بیان ہے۔ انہوں نے اجتہاد کے لیے منہج متوسط، قابل قبول منہج اور مدرسہ وسطیہ کو قابل قبول مکتب فکر قرار دیا ہے جو ایک طرف نصوص شریعہ کی اتباع کا مظہر تو دوسری طرف مقاصد شریعہ کی رعایت پر مبنی ہے۔ علامہ صاحب نے اس کو اپنانے کی ضرورت اور اہمیت بتائی ہے۔ البتہ اس منہج میں علم قواعد فقہیہ، ضوابط فقہیہ، اس کی اہمیت اور عصر حاضر میں اس کے مختلف مراحل اور اجتہاد میں اسے بطور منہج اپنانے کی ضرورت وغیرہ پر کلام نہیں کیا۔

اجتہاد ایک تاریخی پس منظر:

شریعت اسلامیہ ایک مکمل نظام زندگی ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت پر رکھی گئی ہے۔ چونکہ اس میں ہر انسان کی انفرادی واجتماعی اور قیامت تک کے وقت کے لیے، بدلتے حالات و مناظر ناموں کے تناظر میں، اس طور راہنمائی موجود ہے کہ دنیا وآخرت کے اعتبار سے اس سے بہتر راہنمائی ممکن نہ ہو اور چونکہ فکری، عملی اور اخلاقی ہر میدان میں مسائل لا محدود ہیں اس لیے شریعت نے ہر شعبہ ہائے زندگی اور میدان ہائے حیات کے لیے بڑے بڑے اور عمومی اصول و قواعد مقرر فرمائے ہیں اور پھر ان سے استفادہ کے لیے راستہ وطریقہ کار وضع کیا ہے۔ ہر شعبہ ہائے زندگی سے جڑے اور متوقع، لامحدود مسائل کے حل اور مستقبل کی منصوبہ سازی کے لیے محدود اصول وضوابط سے استنباط کے ذریعے عہدہ برآ ہونے کے عمل کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔[1]

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا[2]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آجاتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس خبر کو پہنچا دیتے رسول کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں سے فہم رکھنے والے ہیں تو ان میں جو ایسے حضرات ہیں جو اس سے استخراج کر لیتے ہیں وہ اس کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کے پیرو ہو جاتے سوائے چند آدمیوں کے۔

أُولِي الْأَمْرِ کے مختلف معانی بیان کیے گیے ہیں جن میں حکمران، اصحاب اختیار اور فقہاء شامل ہیں۔

یعنی جو معاملہ ہو اس بابت اس کے ماہر ہی کو حق حاصل ہے کہ وہ اس سے استخراج کرے۔ اس مفہوم کو اگر شریعت کے معاملہ سے ملا کر دیکھا جائے تو ظاہر ہے کہ مجتہدین کو استنباط و استخراج کا زیادہ حق حاصل ہے اور ان ہی کی بات کا اعتبار ہونا چاہیے۔ یہی منشائے الٰہی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اشارۃ النص سے دینی معاملات میں مہارت رکھنے والے حضرات خواہ وہ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہوں ، کے کردار کو نہ صرف تسلیم کیا گیا ہے بلکہ باقی امت پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ ان کی طرف رجوع کرنے میں ہی خیر ہے اور اس طرز علم کو شیطان سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

اجتہاد کے اس عمومی معنیٰ کے حوالے سے حدیثِ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قابل ذکر ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ:

رسول اللهﷺ بعث معاذا إلى اليمن فقال كيف تقضي فقال أقضي بما في كتاب الله قال فإن لم يكن في كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فإن لم يكن في سنة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) قال أجتهد برأيي قال الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله ﷺ[3]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا، تو آپ نے پوچھا: تم کیسے فیصلہ کرو گے ؟ انہوں نے کہا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلے کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر (اس کا حکم) اللہ کی کتاب (قرآن) میں موجود نہ ہو تو؟ معاذ نے کہا: تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت سے فیصلے کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت میں بھی (اس کا حکم) موجود نہ ہو تو؟ معاذ نے کہا: (تب) میں اپنی رائے سے کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو (صواب کی) توفیق بخشی۔

اس حدیث مبارکہ سے ایک طرف تو اجتہاد کی تائید ملتی ہے تو دوسری طرف یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقرری چونکہ یمن کے گورنر کے طور پر کی جارہی تھی تو سربراہ ریاست کے طور پر جو بھی معاملہ آنا تھا اور اس کا تعلق خواہ کسی بھی شعبہ زندگی سے ہونا تھا اس کے بارے میں اگر قرآن وسنت سے براہ راست راہنمائی میسر نہ ہوتی تو پھر انہوں نے اجتہاد کا راستہ اختیار کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو خوب پسند فرمایا۔

اسی طرح حاکم کے اجتہاد کی مناسبت سے ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے:

عن عمرو بن العاص أنه سمع رسول الله ﷺ قال إذا حكم الحاكم فاجتهد ثم أصاب فله أجران وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر[4]

ترجمہ: سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کر کے حکم دے پھر صحیح کرے تو اس کو دو اجر ہیں اور جب اجتہاد کے بعد حکم دے مگر غلطی کرے تو اس کو ایک اجر ہے۔

ظاہر ہے کہ حاکم کا اجتہاد صرف حکم شرعی تک محدود نہیں ہو سکتا بلکہ حکومت سے جڑے سارے معاملات سے ہے۔ الغرض ریاست کے حقوق و فرائض اور عوام کے حقوق و فرائض سے متعلقہ سارے کے سارے امور اجتہاد کا میدان ہیں۔

چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

هو معرفة النفس مالها وماعليها[5]

ترجمہ: فقہ، مکلف کا اپنے حقوق و فرائض سے آگاہی کا نام ہے اور فقہِ اسلامی درحقیقت اجتہاد کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

اجتہاد فکرِ اسلامی کی تعمیر و ترقی کی بنیاد ہے خواہ اس سے مقصود ہر شعبہ زندگی میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں جانے والی کوششوں کا نام ہو یا پھر حکمِ شرعی معلوم کرنے کے لیے کسی مجتہد کی کاوشوں کا ثمر، شریعتِ اسلامی میں بے پناہ اہمیت کا حامل ہے۔

تمام اسلامی علوم بشمول علوم قرآن، فنِ تجوید و قراءات، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فن أسماء الرجال و فن جرح وتعدیل، سیرۃِ نبی ﷺ اور اصولِ سیرۃ ﷺ، فقہ، اصول فقہ، اسلامی تاریخ، اصولِ تاریخ، علمِ بلاغۃ، بدیع وبیان وغیرہ، سب کے سب اسلام کے تصور کے مرہون منت ہیں۔ اجتہاد اپنے وسیع معنیٰ میں سب میادین کی طرف مبذول کردہ توجہ کے بقدر راہنمائی کرتا رہا ہے اور یہ سلسلہ ابھی بھی جاری و ساری ہے۔

اجتہاد کا (اپنے دونوں معانی و مفاہیم کے ساتھ) آغاز آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی ہو گیا تھا۔[6] آپ ﷺ کی رحلت کے بعد خلافتِ راشدہ کے دور میں اسے تمام شعبہ ہائے حیات میں فرد، معاشرہ و ریاست تینوں سطحوں پر ہر قسم کے مسائل کے حل کے لیے بطور بنیادی منہج اختیار کیا گیا اور اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک مستقل مصدر فقہ اسلامی کے طور پر سامنے آیا۔[7]

اسی معنی کے تناظر میں علامہ ماوردی (450م) اجتہاد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هو طلب الصواب للأمارات الدالة عليها[8]

ترجمہ: اجتہاد قرائن کے ذریعے صحیح بات پالینے کا نام ہے۔

اسی طرح عبد العزیز بخاری نے بھی تقریباً یہی تعریف نقل فرمائی ہے۔[9]

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاجتهاد هو استفراغ الوسع في تحصيل العلم أو الظن بالحكم[10]

ترجمہ: کسی حکم کے متعلق علمِ یقینی یا علم ظنی کے حصول کے لیے انتہائی کوششیں صرف کرنے کا نام ہے۔

یہاں حکم کے ساتھ شرعی و عملی کی قید نہیں لگائی۔ اس لیے اس سے مراد بظاہر عمومی معنیٰ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کی ابتداء تک یہ بات مسلّم تھی کہ اہل لغۃ اور متکلمین کے ہاں ہر طرح کی کوشش کا نام اجتہاد ہے خواہ اس کا تعلق اعتقاد سے ہو یا اخلاق سے یا حکم شرعی سے۔ البتہ اصولیین کی اصطلاح میں اجتہاد سے مراد حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے کسی مجتہد کی انتہائی کوشش ہے۔[11]

اگرچہ بعض مسلم مفکرین اجتہاد کی اہمیت کی خاطر باقی علوم دینیہ میں اس کی ضرورت و اہمیت کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے جاندار عبارت جناب شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو فرماتے ہیں:

ليس الاجتهاد عندنا منحصرا في الفقه المصطلح، بل له عموم في كل فن، نعم لكل أهل فن طريق علي حدة في إلحاق المسكوت بالمنطوق[12]

ترجمہ: ہمارے نزدیک اجتہاد خاص اس علم میں منحصر نہیں جسے اصطلاح میں فقہ کہتے ہیں، بلکہ اس کا تعلق ہر فن سے ہے، البتہ ہر فن کے ماہرین نے اس بابت میں یعنی شریعت نے جن امور کے متعلق سکوت اختیار کیا ہے ان کا حکم ان چیزوں سے نکالنا اور ان کے ساتھ ملحق کرنا جن کی تصریح کی گئی ہے، اپنا طریقہ اختیار کیا ہے۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے بھی اپنے خطبہ The Reconstruction of Religious Thought in Islam میں اسی عمومی مفہوم کو موضوع بحث بناتے ہوئے اس کی اہمیت پر زور دیا ہے۔[13]

البتہ یہ بات محلِ نظر ہے کہ جب دینی علوم میں ارتقاء ہوا، ان پر اختصاص کا مرحلہ شروع ہوا اور فقہ اسلامی اور اصول فقہ نے ایک مستقل علم کی حیثیت اختیار کی تو ان کی بنیاد ہی اجتہاد ٹھہرا۔ حکم شرعی کے ادلہ شرعیہ سے استنباط و استخراج کے مختلف مناہج و اسالیب سامنے آئے، جس نے آگے چل کر مختلف مکاتبِ فکر کی بنیاد رکھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اجتہاد کی بنیاد پر دین کے باقی علوم کے مقابلہ میں سب سے جاندار اور تابناک کام فقہ اور اصولِ فقہ کی تدوین اور اس میں ہونے والی ترقی ہے۔ اس کی وجہ سے ایک طرف فقہ کے اصول مرتب ہوئے تو ساتھ ساتھ فقہ میں احکامِ شرعیہ جن کا تعلق مکلف کے اعمال سے تھا، اس کی جزئیات بھی سامنے آئیں۔ اس پر ایک عظیم کام افتراضی فقہ کی بنیاد رکھنا تھا جو کہ آئندہ صدیوں تک امت کے لیے رہنمائی کی بنیاد بن گیا۔

امام رازی رحمہ اللہ اصولِ فقہ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

هو معرفة الأدلة الشرعية إجمالا، وكيفية الاستفادة منه وحال المستفيد[14]

ترجمہ: اصولِ فقہ، ادلہ شرعیہ (الکتاب، السنہ، الإجماع، القیاس) کو عمومی طور پر جاننے کا نام ہے۔ اسی طرح اصولِ فقہ میں ان ادلہ شرعیہ سے استفادہ کے مختلف مناہج واسالیب پر نظر مرکوز کی جاتی ہے اور اس شخص (مجتہد) کے احوال کو بھی دیکھا جاتا ہے جو یہ عمل سرانجام دے رہا ہوتا ہے۔

یہ تعریف ایک طرف تو اصول فقہ کی جملہ مباحث کو شامل ہے تو دوسری طرف فقہ و اصول فقہ میں اجتہاد کو بطور منہج اپنانے کو ظاہر کرتی ہے۔

فقہ اور اصول فقہ کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک اجتہاد کو اس کی مختلف صورتوں و اقسام سمیت جو کلیدی حیثیت میسر رہی، باقی دینی علوم کی کسی بھی قسم کو اس درجہ نصیب نہ ہو سکی۔

اس کے علاوہ دینی علوم کے باقی میادین جن کا اجمالی ذکر اوپر گزرا، میں سے کسی میں بھی اجتہاد کو بطور ڈسپلن نہیں اختیار کیا گیا اور شاید کہ ان کا اس درجہ تقاضا بھی نہ ہو، مگر یہ بات بڑی واضح ہے کہ باقی علوم دینیہ میں اجتہاد کی مباحث اس قدر تفصیل سے کسی بھی شعبہ میں نہیں ملتیں جتنی کہ اصول فقہ میں موجود ہیں۔ فقہ اور اصولِ فقہ کے علاوہ علوم دینیہ پر تحریر کی گئی کتب پر اگر نظر ڈالی جائے تو وہاں اجتہاد کو بطور موضوع اپنایا ہی نہیں گیا۔ اس لیے باقی علوم ساتھ ساتھ نظر نہیں آتے اگر اس میدان میں اسلام کے نظریہ اجتہاد سے استفادہ اور اس کی رعایت لازماً رکھی گئی ہو گی۔

یہی وجہ ہے کہ اجتہاد کا فقہی و اصولی مفہوم (حکم شرعی کو دلیل تفصیلی اور دلیل اجمالی سے جاننے کا نام) ہی اس کا اصل میدان بن کر سامنے آیا اور صدیوں یہ مفہوم غالب رہا۔

اجتہاد مقاصد شرعیہ کی روشنی میں

اجتہاد فقہی در اصل حکم شرعی میں مجتہد کی طرف سے کی جانے والی انتہائی کوششوں کا نام ہے۔

اجتہاد کے اس مفہوم کے ساتھ گذشتہ صدی سے فقہ اسلامی میں جو مناہج پروان چڑھے ان میں مقاصد شرعیہ اور قواعد فقہیہ زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ اگرچہ دونوں فنون کی تفصیلات قدیم کتابوں میں اچھے طور پر ملتی ہیں مگر عصرِ حاضر میں انہیں الگ الگ فنون کے طور پر اپنایا گیا ہے اور فقہ اور قانون کے طالب علم کے لیے ان سے آگاہی اشد ضروری ہے۔

شریعت جو اسلام کا فراہم کردہ نظام زندگی ہے۔ اس میں کوئی بھی حکم ایسا نہیں جس کے پیچھے شارع نے کوئی نہ کوئی مقصد مقرر نہ کیا ہو اور جس کا حاصل مقصد خود انسان کی دنیا و آخرت کی کامیابی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی اور اس کی کامیابی میں انسان کے اعمال کا براہ راست تعلق رکھا ہے۔ احکام شرعیہ کا اس تناظر میں مطالعہ مقاصد شریعہ کہلاتا ہے۔[15]

مقاصد شریعہ ایک طرف تو انسانی زندگی کے عمومی رخ کو متعین کرتے ہیں تو دوسری طرف اس کے لیے ایک راہِ عمل بھی بتاتے ہیں۔

مقاصد شریعہ کبریٰ

یہ مقاصد شریعت کو بطور کل مان کر متعین کیے گیے ہیں اور ان کا تعلق عام طور پر انسان، اس کے رب اور انسانی معاشرہ کے حقوق سے ہوتا ہے۔ اکثر فقہاء کرام نے یہ پانچ بیان کیے ہیں:

حفظ الدین، حفظ النفس، حفظ النسل، حفظ العقل اور حفظ المال[16]

یہ پانچ بنیادی مقاصد ہیں جن کی رعایت متعلقہ حکم میں لازم کی گئی ہے اور اس رعایت کو یقینی بنانے کے لیے حکم کو علت کے ساتھ لازمی طور پر رکھا گیا ہے۔ اس لیے یہ بھی ایک مسلمہ اصول ہے کہ علت کے ساتھ ہی حکم موجود ہوتا ہے اور اس کی عدم موجودگی سے حکم بھی لاگو نہیں ہوتا۔ مگر ان احکام سے مطلوب بہر حال اس سے جڑے مقاصد کا حصول ہے اور جن کا لازمی نتیجہ بہر حال ان پانچ بڑے مقاصد کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔ مثلاً حفظ الدین کے لیے اللہ پاک نے عبادات کا نظام مقرر فرمایا ہے۔ اگرچہ اسلام میں عبادت کا مفہوم بڑا وسیع ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ کام جو اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے یا ہر وہ کام جس سے اللہ کی رضا کے لیے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے، شریعت میں عبادت تصور کیا جاتا ہے۔ مگر فقہ العبادات کا بڑ حصہ ارکان اسلام کا ہے۔ ایک اسلامی معاشرہ کے اندرونی دائرہ میں دین کی حفاظت اور اس کی نگہداشت کے لیے ارکان اسلام کو متعارف کرایا گیا ہے۔

نماز کے حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

بے شک نماز بے حیائی و بُری باتوں سے روکتی ہے۔[17]

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی انسان دن میں کم از کم پانچ دفعہ اپنے رب سے ملاقات کے لیے اخلاص نیت سے حاضر ہوتا ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ بے حیائی و بری باتیں بھی کرتا رہے اور روزانہ کی بنیاد پر اپنے رب سے ملاقات بھی کرتا رہے۔ گویا نماز انسان کا اس کے معبودِ برحق کے ساتھ تعلق کو قائم کرنے کا سب سے آسان و مؤثر ذریعہ ہے جو ہر آنے والی لمحہِ ملاقات میں اپنے رب سے پہلے سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة[18]

ترجمہ: آدمی اور شرک و کفر کے درمیان حدِ فاصل نماز کو ترک کرنا ہے۔

گویا مقاصد شریعہ میں سے پہلے مقصدِ شرعی یعنی حفظ الدین کے لیے جو اندرونی طور پر ایک دائرہ مقرر کیا گیا ہے، اس کے لیے نماز کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔ اس لیے اگر کوئی فرد و معاشرہ مستقلاً اقامت نماز سے پہلو تہی کرے گا تو اس کے خلاف ریاستِ اسلامی مسلح اقدامات اٹھانے کی پابند ہے۔[19]

مقاصدِ شرعیہ کو فقہ میں جتنی مرکزی حیثیت موجودہ دور میں حاصل ہوئی ہے پہلے کبھی نہیں رہی۔ یہ سلسلہ مغرب کی مادی ترقی سے شروع ہوتا ہے، جس کا سارے کا سارے محور، توجہ و مرکز، سود و زیاں کا فریب ہے۔ اس لیے اسلام و شریعت کا درد رکھنے والے حضرات نے یہ

تب تک عامۃ الناس کو اس کی طرف مستقلاً راغب کرنا ایک مشکل کام ہو گا۔ یعنی لوگوں کو یہ بتانا اور ثابت کرنا کہ شریعت پر عمل کر کے ہی انسان اور انسانی معاشرہ اس دنیا میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ کامیابی سے شریعت کی مراد اور اس کے اصولوں کو مقاصد شریعہ کے صورت میں سامنے لانے سے یہ فریضہ بطریقِ احسن سرانجام دیا جاسکتا ہے۔

برصغیر میں اس ضرورت کو سب سے پہلے امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے محسوس کیا اور اپنی شاہکار کتاب حجۃ اللہ البالغہ تحریر فرمائی جو شریعت کے اسرار و حکمتوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح طاہر بن عاشور نے امام شاطبی کی کتاب الموافقات کو دوبارہ زندگی بخشی اور ان کے فن کو دنیا کے سامنے متعارف کرایا۔ اب مقاصد شریعہ ایک مستقل فن کی شکل اختیار کر چکا ہے جو دینی طلبہ، خاص کر فقہ کے طلبہ کو کسی نہ کسی شکل میں لازمی پڑھایا جاتا ہے۔

فنِ مقاصدِ شریعہ میں دوسرا مرحلہ (جس پر کام کا آغاز ہو چکا ہے) وہ ہر میدانِ فقہ میں مقاصد کو سامنے رکھ کر فقہی جزئیات کو ترتیب دینا ہے۔ بڑے بڑے میادین فقہ حسب ذیل ہیں:

فقہ العبادات، فقہ الاسرۃ، الفقہ المالی، الفقہ الجنائی، الفقہ الدولی، الفقہ الدستوری

- فقہ العبادات کا بڑا مقصد دین کی حفاظت اور اس کی نگہداشت ہے۔ اس کے لیے اندرونی دائرہ کو ارکان اسلام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے محفوظ کیا جاتا ہے اور بیرونی دائرہ کو دعوت و تبلیغ اور اسلام کے تصورِ جہاد کے ذریعہ محفوظ کیا جاتا ہے۔ یہ صورت حال باقی میادین فقہ کی ہے۔
- فقہ الاسرۃ، حفظ النسل والعرض یعنی خاندان اور معاشرتی نظام زندگی کی حفاظت اور اس کی نگہداشت کا ضامن ہے۔
- فقہ المعاملات در حقیقت مال کی حفاظت اور اس میں نگہداشت کا ضامن ہے۔
- فقہ الجنایات، تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق سرزد ہونے والے جرائم اور ان سے متعلق سزاؤں کو وضع کرتے ہوئے معاشرے میں امن و سلامتی، سستے انصاف کی ضمانت اور حقوق و فرائض کی ادائیگی کو یقینی بناتا ہے۔
- الفقہ الدولی، اسلامی ریاست کے باقی ممالک سے تعلقات کو دیکھتا ہے۔
- الفقہ الدستوری کا بنیادی مقصد ریاست کو اسلامی اصولوں کے مطابق چلانا اور اس کے شہریوں کے درمیان تعلق کو مضبوط کرنا، ان کے حقوق و فرائض کی تعیین اور ان کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے۔

جس طرح فقہ کو ان بڑے میادین میں تقسیم کیا گیا ہے، اسی طرح ان میادین میں سے ہر ایک کے عمومی مقاصد بھی سامنے لائے جا رہے ہیں جو ایک انتہائی اہم سنگ میل ہے۔

فقہ مقاصدی کا سب سے بڑا میدان

مقاصد شریعہ کے تناظر میں عصر حاضر میں انجام پایا جانے والا زیادہ تر فقہ المعاملات میں نظر آتا ہے۔ عملی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام کے تحت بینکنگ سسٹم معرض وجود میں آیا جس کا فلسفہ مال بنانا ہے۔ اس نظامِ معیشت نے بیت المال کی جگہ لی۔ بیت المال خالص اسلامی معیشت کے تحت کام کرتا تھا جس کا بنیادی فلسفہ معاشرہ میں مالی اعتبار سے کمزور طبقات کو بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنا تھا۔ اس کے بالمقابل بینکنگ سسٹم میں اصل یہ ہے کہ عوام الناس سے رقم لی جاتی ہے اور وہ معاشرہ کے مالداروں (سرمایہ داروں) کو بطور سودی قرضہ فراہم کی جاتی ہے۔[20]

اس وقت حالت یہ ہے کہ عقد کسی بھی قسم کا خواہ ہو وہ عقد مالی ہو، خواہ عقدِ شرکہ ہو، اس عقد کا تعلق توثیق، توکیل یا ضمان سے ہو یا اس کا تعلق تبرعات سے ہو[21] الغرض کوئی بھی معاشی سرگرمی ہو اس میں بینک براہ راست یا پھر بالواسط شریک ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے معاشی ترقی و خوش حالی کا وہ معیار جو شریعت اسلامی طے کرتی شرمندہ تعبیر ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔

اس لیے اس میدان میں اس سسٹم کو کسی بھی وجہ سے تسلیم کرتے ہوئے جو اجتہاد بھی کیا جارہا ہے وہ شریعت کے مسلمہ اصولِ معاشیات کے تحت زیادہ سے زیادہ تتبع الرخص اور حقیقت میں مفاسدی بن کر رہ گیا ہے، جس کا اگر بے لاگ مطالعہ کیا جائے تو حقیقی مقاصد شریعہ کی حفاظت تو درکنار ان کی بیخ کنی ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ الفقہ المالی کا اصل مقصد مال کی حفاظت ہے مگر یہ مال کے فساد کا باعث بن رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی کساد بازاری اپنے عروج پر ہے اور زیادہ سے زیادہ مال کم سے کم افراد کے ہاتھوں میں سمٹ کر رہ گیا ہے اور یہ صورت حال دن بدن مزید بگڑتی جارہی ہے۔

زیادہ سے زیادہ تتبع الرخص کی صورت میں جواز کی سند ہی تھمائی جاسکتی ہے۔ جس کی کچھ شکلیں ہم اسلامک بینکنگ اور اسلامک انشورنس (تکافل) کی شکل میں دیکھتے ہیں اور اس کا نتیجہ مفاسدی فکر بن کر سامنے آرہا ہے۔[22]

عصر حاضر میں اجتہاد قواعدِ فقہیہ کی روشنی میں

عصر حاضر میں اجتہاد کا دوسرا منہج قواعد فقہیہ کے فن کے تحت تشکیل پارہا ہے۔ علم قواعدِ فقہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ فقہ اسلامی خود۔ فقہ اسلامی میں مکلف کو افعال کے بارے میں حکم کی نوعیت اور اس کی حیثیت کو دیکھنا ہوتا ہے۔ جوں جوں اسلامی معاشرہ میں وسعت پیدا ہوئی مکلف کے افعال کی نوعیت میں تنوع ہونے کی وجہ سے اس کی حیثیات میں بھی ہمہ گیری آئی۔ اس کا لازمی نتیجہ فقہ اسلامی میں جامع اصولوں کی بنیاد کی شکل میں آیا، جسے بعد میں فن اصولِ فقہ کا نام دیا گیا۔ جس میں ایک طرف تو ان احکامِ شریعہ کے اصل مصادر کا عمومی علم شامل تھا تو دوسری طرف ان ادلہ شرعیہ سے استفادہ کا طریقہ کار اور اس میں اختیار کیے جانے والی مناہج و اسالیب کی تفصیل و اصول اور پھر اجتہاد، شرائط اجتہاد و مواضع اجتہاد۔ ان سب کے مجموعہ کو فن اصول الفقہ کا نام دیا گیا۔ جو فقہ کے اصول اور اصول کے فلسفہ پر مشتمل ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ فقہ اور اصول فقہ کے دونوں میادین میں مجموعی اصول و قواعد کا علم معرض وجود میں آیا جس میں ایک اصل یا قاعدہ کے تحت مختلف جزئیات داخل ہوتی تھیں بعض اصول و قوعد تو ایسے تھے جو اصول فقہ کی ساری مباحث کو شامل ہوتے تھے۔

حنفیہ انہیں اصول کے نام سے جانتے تھے خواہ ان کا تعلق فقہ سے ہو یا اصول الفقہ سے یا پھر خواہ فقہ کے کسی ایک باب سے ان کا تعلق ہو یا پورے ابواب کو شامل ہو۔ جبکہ جمہور خاص کر کے شافعیہ کے ہاں ان کو قاعدہ کے نام سے جانا جاتا تھا، خواہ اس کا تعلق فقہ سے ہو یا اصول الفقہ سے یا پھر کسی ایک مبحث اصول یا باب فقہی سے ہو۔[23] قواعد فقہیہ کی طرز میں حنفیہ میں امام کرخی رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی جو اصول کرخی کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کتاب میں فقہ حنفی کے فقہ، ابواب فقہیہ اور اصول الفقہ کے بارے میں 39 اصول ذکر کیے ہیں۔ ان اصولوں پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے۔ اس کے بعد امام ابو بکر جصاص، پھر دبوسی اور ان کے شاگرد عبد العزیز بخاری نے فقہ حنفی میں اصول کی بنیادیں مضبوط کیں۔ ان کی کتب حقیقت میں فن اصول الفقہ میں قواعد اصولیہ کی مصداق کتب ہیں۔ جن میں اصول الفقہ فلسفہ اصول الفقہ میں گم ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔[24] اسی طرح متکلمین میں علامہ جوینی نے اس طرف توجہ دی۔ اس کے بعد ان کے عظیم شاگرد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے کام کو آگے بڑھایا اور علم المقاصد کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔

اس کے بعد قواعد پر اس درجہ توجہ مرکوز نہیں کی جاسکی اور فقہ میں جزئیات اور اصول فقہ میں فلسفہ اصول نے جگہ لے لی۔ اگرچہ بیچ میں علم الاشباہ والنظائر پر بھی تینوں دبستان فقہ یعنی فقہ مالکی، شافعی اور حنفی میں کتب تحریر ہوئیں۔ مگر قواعد فقہیہ پر اس درجہ کام نہیں ہو سکا۔

فقہ حنفی میں خلافت عثمانیہ کے دور میں مجلہ الأحکام العدلیہ مرتب ہوا جس کی ابتدا میں 99 اصول ذکر کیے گیے جو حقیقت میں فقہ اسلامی اور اصول الفقہ کی حنفی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل ہے۔

جس طرح عصر حاضر میں علم مقاصد شریعہ کی طرف توجہ زیادہ ہوئی، اسی طرح قواعد فقہیہ کی طرف بھی توجہ میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اور اس کی اہمیت سے انکار بھی ممکن نہیں۔ قواعد کی مختلف نوعیتیں اور اقسام سامنے آئیں۔ قواعد فقہیہ، ضوابط فقہیہ اور قواعد اصولیہ نے اپنی اپنی شناخت مکمل کی۔ قواعد فقہیہ کبریٰ سامنے آئے۔ جو حسب ذیل ہیں:

- الأمور بمقاصدها
- اليقين لا يزول بالشك
- المشقة تجلب التيسر
- الضرر يزال
- العادة محكمة[25]

اس طرح قواعد الفقهية المتفق عليها والمختلف فيها کے اعتبار سے تفصیلات سامنے آئیں۔[26] یہاں تک کہ کچھ موسوعات بھی معرض وجود میں آئے جن میں سے صدقی بورنو کا موسوعة القواعد الفقهية مشہور ہوا۔

علم قواعد فقہیہ کی اہمیت اور اس میں درست طریقہ کار طے کرنے کے حوالے سے عمران احسن خان نیازی لکھتے ہیں:

> The relationship between the discipline of *Uṣūl al-Fiqh* and *al-Qawāʿid al-Fiqhiyyah* is like the relationship between the two arms of the human body; they cooperate with each other to yield the rules of *Fiqh*. This vital relation has been kept concealed by separating the two disciplines and by severing the bond between them. Working with one hand is possible, but it reduces and considerably hampers the efficiency of the system.[27]

> "علم اصول الفقہ اور قواعد فقہیہ ایک ہی جسم (فقہ) کے دو بازو ہیں۔ یہ دونوں ملتے ہیں تو فقہی جزئیات کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ ان دونوں فنون کو الگ الگ کر کے اور ان کے درمیان دراڑیں ڈالنے کی وجہ سے ان دونوں کا باہمی رشتہ ختم کر دیا گیا ہے۔ ایک ہاتھ سے کام کرنا ممکن ہے مگر اس کی وجہ سے پورے بدن کی فعالیت پر بڑا منفی اثر پڑتا ہے۔"

اسی وجہ سے ہر میدان فقہی کے اعتبار سے قواعد فقہیہ کا استقراء شروع ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں فقہ المالی میں سب سے اہم کام ڈاکٹر علی احمد ندوی کی کتاب "موسوعة القواعد والضوابط الفقهية الحاكمة للمعاملات المالية في الفقه الإسلامي" ہے جس میں متعلقہ میدان فقہ کے قواعد وضوابط کا استقراء، احصاء اور تأصیل کی گئی ہے۔

اسی طرح باقی میادین فقہیہ میں بھی کام جاری ہے اور اس ضمن میں مزید توجہ وتحقیق کی ضرورت ہے۔[28]

حاصل بات یہ ہے کہ قواعد فقہیہ کے نہج پر ہونے والا زیادہ مؤثر اور فقہ اور اصول الفقہ کی تاریخی روایت وتراث سے ہم آہنگ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سب سے پہلے تمام میادین فقہ کے بڑے بڑے قواعد کو یکجا کیا جائے اور اس کے تحت فقہ میں بکھری جزئیات کو ذکر کیا جائے، اس کے ساتھ ساتھ ہر باب فقہی کے تحت ضوابط فقہیہ کو ذکر کر کے ان کی فقہی جزئیات ذکر کی جائیں۔ اس عمل کے دوران جہاں فقہی تراث سے قواعد وضوابط چھن کر سامنے آئیں گے وہیں معاصر فتاویٰ جات، قانونی نظائر کی روشنی میں کچھ قواعد وضوابط کی تأصیل بھی عمل میں آجائے گی اور یہ سارے مراحل آگے چل کر نئی فقہی متون کی بنیاد بن سکتے ہیں جو نہایت جامع، اور قدیم وجدید نظائر فقہیہ کا بہترین مظہر ہو گا۔ اسی طرح اگر ساتھ ساتھ

کے ترازو میں تولا جانے لگے تو فہم فقہ اسلامی کو ایک نئی آفاقیت میسر ہوگی اور فقہ اسلامی کے فہم میں آسانی ہوگی اور اجتہاد کے نئے دروازے کھلیں گے۔

اس بابت ایک انتہائی اہم، سنجیدہ اور قابل اتباع کوشش معلمة زيد للقواعدا لفقهية والأصولية ہے۔ جس میں اصول فقہ کی قریباً تمام مباحث اور فقہ اسلامی کے بڑے میادین وابواب فقہیہ کے قواعد وضوابط کو جمع کیا گیا ہے۔[29]

اجتہاد کے مستقبل کے حوالے سے اقرب الی الصواب منہج یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقاصد شریعہ کی روشنی میں قواعد فقہیہ کے علم کو فروغ دیا جائے۔ اس طور پر ملکہ استنباط پیدا ہونے کی راہ ہموار ہوگی جو کہ اجتہاد کا منتہٰی ہے۔

اس ضمن میں علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت قابل ذکر ہے:

إنما تحصل درجة الاجتهاد لمن اتصف بوصفين:أحدهما: فهم مقاصد الشريعة على كمالها والثاني: المتمكن من الاستنباط بناء على فهمه فيها[30]

ترجمہ: اجتہاد کا درجہ اسی فرد کو حاصل ہو سکتا ہے جس میں یہ دو وصف موجود ہوں۔ ایک یہ کہ اسے مقاصد شریعت کا علم بدرجہ کمال حاصل ہو اور دوسرا یہ کہ اس میں دین وشریعت کے فہم کی بنیاد پر استدلال اور استنباط کی قدرت موجود ہو۔

اس طور خاص احتیاط کی ضرورت ہے کہ ایسا اجتہاد نصوص شریعہ سے متصادم اور عمومی ومسلمہ اصولِ شریعت اسلامیہ کے طے شدہ مقاصد کو باطل یا فاسد نہ کرتا ہو جس کی کچھ تفصیل اوپر گذر چکی۔

خلاصہ بحث

تمام تر بحث کا خلاصہ حسبِ ذیل نکات میں پیش کیا جاتا ہے:

- اجتہاد اسلامی علوم کی فکری تاریخ کی بنیاد اور اس کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔
- اجتہاد اپنے عمومی معنٰی میں اسلام کو درپیش مسائل کے حل، مستقبل کی منصوبہ سازی اور زندگی کی نئی راہیں متعین کرنے کے لیے چراغ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔
- اجتہادِ فقہی، حکم شرعی معلوم کرنے لیے مجتہد کی طرف سے کی جانے والی انتہائی کوشش کا نام ہے۔
- عصر حاضر میں اجتہاد فقہی میں دو مناہج کھل کر سامنے آئے ہیں، جن میں سے ایک مقاصد شرعیہ اور دوسرا قواعد فقہیہ ہے۔
- عمومی وبڑے مقاصد شریعہ اور قواعد فقہیہ، ان کی فقہی حیثیت وحجیت اور ان کے تحت آنے والی جزئیات اور ان کے حکم وغیرہ پر کافی تحقیق ہو چکی ہے۔ اب یہ کام دوسرے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ جس میں بڑے بڑے میادین فقہ کے مقاصد و قواعد کی طرف توجہ مبذول کی جا رہی ہے۔ مگر اس طرف مزید گہرائی اور توجہ کے ساتھ کام کی ضرورت ہے۔
- مقاصد شریعہ اور قواعد فقہیہ پر کما حقہ کام سے اجتہاد کے نئے دروازے کھلنے اور فقہ کو آفاقیت دینے اور تجدید کا کام بطریق احسن، انجام پذیر ہونے کے قوی امکانات ہیں مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ مقاصد شرعیہ حقیقت میں مقاصد ہی رہیں مفاسد کی شکل نہ اختیار کر لیں۔

حوالہ جات وحواشی

1 القرضاوي، الدكتور يوسف، الاجتهاد في الشريعة الإسلامية، (الكويت: دار القلم للنشر والتوزيع، الطبعة الأولى، 1417ھ 1996م)، ص 6-

2 سورة النساء 4/83-

3 الترمذي، محمد بن عيسیٰ، السنن، (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، الطبعة الثانية، 1395ھ)، رقم الحديث: 1327-

4 مسلم، ابو الحسين مسلم بن الحجاج القشيری، صحيح مسلم، (القاهره: مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه)، رقم الحديث: 1716-

5 ابن عابدين محمد امين، حاشية رد المحتار، على الدر المختار، (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، الطبعة الثانية 1386ھ)، 1/61-

6 مولانا زاہد الراشدی، اجتہاد اور اس کے راہنما اصول http://zahidrashdi.org/617

7 تقی امینی، مولانا محمد، اجتہاد، (کراچی: قدیمی کتب خانہ)، ص 43-ڈاکٹر یوسف فاروقی، اجتہاد، مناہج واسالیب، (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی)، ص 11-13-

8 الماوردی، ابو الحسن علي بن محمد بن محمد البغدادي، الحاوي الكبير في فقه مذهب الإمام الشافعي، (بيروت: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، 1419ھ-1999م)، 16/117

9 البخاری، عبد العزیز بن احمد، كشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي، (اسطنبول: شركة الصحافة العثمانية، الطبعة الأولى)، 4/14-

10 الشاطبی، ابو اسحاق ابراهيم بن موسیٰ، الموافقات، (دار ابن عفان، الطبعة الأولى، 1419ھ-1999م)، 5/51-

11 الشوکانی، محمد بن علی، إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول، (دار الكتاب العربي، الطبعة الأولى 1419ھ-1999م)، 2/205-

12 گیلانی، مولانا مناظر احسن، تدوین فقہ واصول الفقہ، (کراچی: الصدف پبلشرز)، ص 172-

13 http://www.archipress.org/docs/pdf/iqbalreconstruction.pdf

14 الرازی، فخر الدين، ابو عبد الله محمد بن عمر، المحصول، (مؤسسة الرسالة، الطبعة الثالثة، 1418ھ-1997م)، 1/80-

15 ڈاکٹر قاری ضیاء الرحمن، ڈاکٹر نوید الطاف خان، عقد نکاح میں مقاصد شریعہ کی رعایت اور اس کی افادیت:
https://ojs.cer.edu.pk/index.php/mtt/article/view/117/61

16 Nyazee, Imran Ahsan Khan, Theories of Islamic Law, IRI, IIUI, p:185

17 سورة العنكبوت 29/45-

18 البیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین، السنن الصغير، (کراتشی: دار النشر: جامعة الدراسات الإسلامية، الطبعة الأولى 1410ھ-1989م)، الرقم: 560-

19 حسین حامد حسان، اصول الفقہ، (پشاور: مکتبہ رشیدیہ)، ص 49-

20 مزید مطالعہ کے لیے دیکھیے:

Dr. Asad Zaman, Crisis in Islamic economics: Diagnosis and prescriptions, Islamic Economics: Theory, Policy, and Social Justice, Developing Inclusive and Sustainable Economic and Financial Systems Bloomsbury Qatar Foundation Journals, p: 1-9

21 الدكتور همام عبد الرحيم سعيد، موسوعة أحاديث أحكام المعاملات المالية، (دار الكوثر للنشر والتوزيع)

22 مزید مطالعہ کے لیے دیکھیے:

Nyazee, Islamic Banking is Haram,
https://www.researchgate.net/publication/272299455_Islamic_Banking_is_harrm;
https://www.youtube.com/watch?v=AKWDY3hoqag

23 Nyazee, Islamic Legal Maxims, p 41-47

24 Ibid, p 45

25 تاج الدين عبد الوهاب بن تقی الدين السبکی، الأشباه والنظائر، (دار الكتب العلمية 1411ھ-1991م)، 1/12-

26 محمد مصطفى الزحيلي، القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة، (دمشق: دار الفكر، 2006م)، ص 22-

27 Nyazee, Islamic Legal Maxims, p 11

28 ڈاکٹر قاری ضیاء الرحمن، ڈاکٹر نوید الطاف خان، **عصر حاضر میں قواعد فقہیہ کی افادیت**، مجلہ تعلیم و تحقیق، 3/69-81۔

29 **معلمة زايد للقواعد الفقهية والأصولية**، مؤسسة زايد بن سلطان للأعمال الخيرية والإنسانية، سنة النشر: 1434ھ – 2013ء۔

30 الشاطبی، ابو اسحاق ابراھیم بن موسیٰ، **الموافقات**، (دار ابن عفان الطبعة الأولى، 1417ھ-1997م)، 5/42۔